بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

(فاتحہ الکتاب) (۱)

مقدمہ کے پانچویں باب میں قرآن حکیم کے طرز نزول اور ترتیب و انضباط کی بحث تم پڑھ چکے ہو، اور یہ حقیقت تم پر واضح ہو چکی ہے کہ قرآن حکیم کی ایک ترتیب وقتی تھی اور ایک دائمی - وقتی ترتیب وہ تھی جو اسکے جستہ جستہ حسب ضرورت نزول میں ملحوظ رہی، اور دائمی وہ تھی جسکے مطابق وہ بشکل "الکتاب" مرتب و مدون ہوتا رہا - یہی الکتاب ہے جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہے، اور ٹھیک ٹھیک ویسا ہی مرتب و منظم ہے جیسا کہ وحی الہی نے اُسکو مرتب کیا تھا - لیکن ساتھہ ہی اسکی ترتیب نزول کی تاریخ بھی ضائع نہیں ہوئی - اسکو بھی ہم معلوم کرسکتے ہیں، اور اسکی حفاظت کے لیے صحابۂ و تابعین کرام نے اپنی روایات و تعلیم میں "علم تاریخ نزول و شان نزول" کو محفوظ رکھا ہے -

---

(۱) یہانسے لیکر اصل تفسیر سورۂ فاتحہ تک مقدمہ البیان کے بارھویں باب کا ایک حصہ ہے - چونکہ سورۂ فاتحہ کے متعلق ایک اہم بحث تاریخ نزول اور اول نزول و انبعاث وحی کی تھی اور یہ بحث مقدمہ میں بہ تفصیل لکھی جا چکی تھی، اسلیے مناسب معلوم ہوا کہ تفسیر فاتحہ کے ساتھہ مقدمہ کا وہ ٹکرا بھی شائع کردیا جاے - منہ -

یہي سورۃ ہمیشہ کیلیے پہلي بھي قرار پائي کہ کرۂ ارضي پر نوع انساني جب کبھي جستجوے حقیقت میں بیقرار ہوگي تو سب سے پہلے یہي جلوۂ حق اسکے سامنے آئیگا -

صرف ترتیب درس و نزول اور ترتیب کتاب ھي پر موقوف نہیں، آگے چلکر تم کو معلوم ہوگا کہ کائنات تعلیم و سعادت انساني میں جو کچھہ ھے، اسمیں سب سے پہلي حقیقت یہي سورۃ اور اسي سورۃ کي سات آیتیں ھیں - اگر وہ ایک سفر ھے تو اسکي پہلي منزل یہي ھے ، اگر وہ ایک جمال ھے تو اسکا پہلا نظارہ یہی ھے، اگر وہ ایک نغمۂ حقیقت ھے تو اسکا پہلا ترانہ اسي سے اُٹھتا ھے ، اگر وہ ایک وقت ھے تو اسکا پہلا دن اسي سے شروع ھوتا ھے ، اگر وہ ایک درخت ھے تو اسکا اولین تخم اسي میں ھے ، اور اگر وہ ایک دائرۂ سعادت ھے تو اسکا نقطہ اسکے سوا اور کوئي نہیں - غرضکہ نوع انساني کي سعادت اور کائنات ارضي کي ارشاد و ھدایت میں جو کچھہ بھي ھے ، اسمیں جس طرح اور جس شکل میں دیکھوگے، اسي سورۃ کي نمود ھرلحاظ سے پہلي نظر آئیگي-

یہي وجہ ھے کہ مومن کي حیات ایماني کا پہلا دن یہي ھے - اسکي ساز فطرۃ کا پہلا نغمہ اسي کے اندر سے اٹھتا ھے ، اسکے دائرۂ علم و عمل کا نقطۂ سعادت اسي کي سات آیتیں ھیں ، وہ جب سفر حقیقت شروع کرتا ھے تو اسکا پہلا قدم یہي ھوتا ھے ، وہ چلتا ھے تو اُسکو پہلي منزل یہي پیش آتي ھے، بولتا ھے تو پہلي آواز یہي نکلتي ھے ، مانگتا ھے تو پہلي طلب اسي میں ھوتي ھے ، اور عشق حق میں روتا ھے تو چشم حقیقت سے پہلا آنسو یہي ٹپکتا ھے - یعني اسکي حیاۃ سعادت میں جو کچھہ ھے، اسمیں پہلي اور اول چیز یہي ھے ، اور اِسکے سوا جو کچھہ ھے ، سب اسکے بعد ھے، اسي سے ھے ، اور اسي کیلیے ھے !

تم آگے چلکر معلوم کروگے کہ اسکي اولیت کي محکم و یقیني حقیقت ایک قانون فطري و ناموس الہي ھے جو کبھي نہیں ٹوٹ سکتا ، اور فطرۃ

ان دونوں ترتیبوں کے مقصدوں میں اختلاف تھا - پہلي ترتیب اسلیے تھي تاکہ ایک محدود و مخصوص جماعت کو تعلیم دیکر تمام دنیا کي تعلیم و تربیت کیلیے طیار کیا جاے - پس جیسي اُنکي حالت تھي اور جس طرح درجہ بدرجہ انکي استعداد ترقي کرتي جاتي تھي اسی طرح یکے بعد دیگرے انکو سبق بھي دیے جاتے تھے - لیکن دوسري ترتیب کا مقصد کسي محدود جماعت اور مخصوص وقت سے تعلق نہیں رکھتا تھا ' بلکہ وہ ھمیشہ کیلیے تمام نوع انساني کي تعلیم و ھدایت کیلیے ایک کتاب مبین کي شکل اختیار کرنا چاھتي تھي ' اسلیے ضرور تھا کہ پہلي ترتیب سے وہ مختلف ھو' اور طلباء کي ایک خاص جماعت کیلیے درس علوم کي جو ترتیب مدرسہ کے اندر اختیار کي گئي ھے ' وہ ایک مستقل کتاب علوم کي ترتیب علمي میں آکر بالکل بدل جاے -

چنانچہ ھم دیکھتے ھیں کہ قران حکیم کي کتابي ترتیب ' ترتیب درس یعني ترتیب نزول سے بالکل مختلف ھے ' اور اکثر وہ سورتیں پہلے نظر آتي ھیں جو بعد میں نازل ھوئیں - آخري پاروں کي اکثر سورتیں مکي ھیں ' یعني آغاز عہد میں نازل ھوئي ھیں' لیکن اب انہي سورتوں پر کتاب الہي ختم ھوتي ھے - سورۂ بقرہ ھجرۃ کے بعد نازل ھوئي ' لیکن اب سورۂ فاتحہ کے بعد اسي سے الکتاب شروع ھوتي ھے -

لیکن اس اعتبار سے سورۂ فاتحہ ایک عجیب سورۃ ھے جو ھر ترتیب میں پہلي ھے' اور اسکي اولیت ھر جگہ یکساں طور پر ممتاز نظر آتي ھے - وہ پہلا سبق ھے جو درسگاہ الہي میں مومنون الاولون کو دیا گیا ' اور پہلا بیان ھے جو ھمیشہ کیلیے " الکتاب " میں بھي پہلے رکھا گیا - یعني نزول کے اعتبار سے بھي وھي پہلي سورۃ ھے جو نازل ھوئي ' اور ترتیب الکتاب میں بھي وھي پہلي سورۃ ھے جسکو صحیفۂ الہي کا سب سے پہلا صفحہ ملا - وحي الہي کے مستور و محجوب چہرے نے جب سر زمین فاران میں اپنا نقاب اُلٹا ' تو اسکے جمال حقیقت کا اولین نظارہ اسي سورۂ فاتحہ میں تھا - اور پھر

اور کوئي نہیں - جسطرح وہ آغاز ھے' اسي طرح اسي کےاندر اتمام و اکمال بھي ھے - جس طرح وہ ایک بیج ھے جو سب سے پہلے درخت کے سلسلۂ عملیات میں نمودار ھوا' اسي طرح درخت کا سب سے آخري ظہور بھي وھي ھے' کیونکہ درخت نے سب سے پچھلا کام یہي کیا کہ اپني شاخوں میں بیج کا پھل لگایا - پس نوع انساني کي سعادت جس طرح سورہ فاتحہ سے شروع ھوتي ھے' اسي طرح اسي پر ختم بھي ھوجاتي ھے - مومن کي ھدایت کي ابتدا بھي یہي ھے اور کمال بھي یہي ھے - یہ ایک بیج ھے' اور اسلیے درخت کي ابتدا و انتہا جو کچھہ ھے اور اسکے اندر جو کچھہ بھي ھوسکتا ھے' سب کچھہ اسي کے اندر ھے - اسي لیے ایک مسلم زندگي یعني فطرۃ صالحہ کي ایک بے میل و خالص روح سب کچھہ بھول جاتي ھے' مگر سورہ فاتحہ کو نہیں بھول سکتي - اسکي ساز زندگي سے شب و روز یہي نغمۂ حقیقت بلند ھوتا رھتا ھے - جسطرح اسکي صبح کا پہلا نغمہ یہي ھے' اسي طرح اسکي رات کا آخري ترانہ بھي یہي ھے - صبح کے آفتاب کا چہرہ دیکھنا اسپر حرام ھے جب تک وہ سورۂ فاتحہ کے اندر سے اپنے خدا کو نہ پکارلے' اور رات کي راحت اور سکھہ کے بستر پر اسکا جسم چین نہیں پاسکتا جب تک سورۂ فاتحہ کي صداؤں کے ساتھہ اپنے محبوب و محمود حقیقي سے عشق نہ کرلے - سورج نکلتا ھے تو مومن کیلیے سورۂ فاتحہ کا پیام لاتا ھے' ڈوبتا ھے تو اسي کي ولولہ انگیزي ھوتي ھے - چڑیا صبح کے وقت چہچہاتي اور شام کے وقت اپنا بسیرا ڈھونڈھتي ھے اور حقیقت فراموش انسان بھي ایسا ھي کرتا ھے' پر مومن وہ ھے جو صبح کي سفیدي دیکھتے ھے خدا کو پکارتا' اور سورج کو ڈوبتا دیکھتے ھي اسکے عشق کي روح اور نغمۂ فاتحہ کے پاک ترانوں سے معمور ھو جاتا ھے :

یذکرني طلوع الشمس صخراً
و اذکرہ بکل غروب شمسي !

پس اسکا دن شروع ھوتا ھے تو فاتحہ سے' اور ختم بھي ھوتا ھے تو فاتحہ پر!

الاهيه کا کوئي عمل توڑنے کیلیے نہیں ھے - یہ اسلیے پہلي نہیں ھے کہ اسکو پہلي چیز ٹہرانا چاهیے اور کہنا چاهیے کہ یہ پہلي ھے ' بلکہ اسلیے کہ نوع انساني کي فطرة صالحہ کي پہلي آواز یہي ھے ' اور جب کبھي انسان کي فطرة هر طرح کي مصنوعي و خارجي کدورتوں اور آلودگیوں سے پاک هوکر اپني اصل و حقیقت کي راہ میں نمودار هوگي ' تو اسکے اندر سے پہلي صدا یہي اُٹھیگي - انسان بالفطرة اسکے لیے مجبور ھے کہ حرفوں اور آوازوں کے اندر جب کبھي معاني حقیقت اور تصورات صحیحۂ فطریہ کي ترجماني کرے ' اور لفظوں کے اندر اور صداؤں کے ساتھہ جب کبھي اپنے خدا کو پکارے ' تو اُسکي سب سے پہلي اور اصلي آواز وهي هو جو سورۂ فاتحہ کي سات آیتوں کے اندر سے نکل سکتي ھے - اسکے سوا انسان کي فطرة صالحہ اور کچھہ نہیں کہہ سکتي ' اور اگر کہیگي ' تو وہ اسکي سچي اور حقیقي آواز نہ هوگي ' بلکہ گمراهیوں کي ایک بناوٹ ' آلودگیوں کي ایک ناپاکي ' کدورتوں کي ایک اندهیاري ' اور زنگوں اور غباروں کي ایک صناعي تیرگي هوگي ' جو فطرة صالحہ کي صالح و بے میل صداؤں کي جگہ طرح طرح کي بناوٹي آوازوں کا شور مچائیگي -

اور پھر نوع انساني کي اصلي اور پہلي آواز یہ کیسے نہو جب کہ تم تهوڑي دیر میں معلوم کرلوگے کہ کائنات انساني اور اسکي خلقت و وجود میں سے جو کچھہ ھے ' سب کي فطري اور پہلي آواز یہي ھے :

وان من شي الا یسبح بحمدہ	اور دنیا میں کوئي چیز نہیں جو خدا کی
ولکن لا تفقھون تسبیحھم	حمد نہ کرتي هو مگر تم انکي حمد و ثنا
(۱۷ : ۳۷)	پر غور نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے !

دائرہ جس نقطہ سے شروع هوتا ھے ' اُسي پر ختم بھي هوجاتا ھے - اسکي پہلي اور آخري ' دونوں منزلیں ایک هي هیں ' اسلیے آگے چلکر تم یہ بھي پاؤگے کہ جسطرح سورۂ فاتحہ سب سے پہلي حقیقت ھے ' اسي طرح سب سے آخري بھي وهي ھے - جسطرح وہ ابتدا ھے ' اسي طرح اسکے سوا انتہا بھي

فاتحة كل شي مبدؤه الذي يفتتح به ما بعده - (مفردات امام راغب)

هر شے کا فاتحه اسکا مبدء هے یعني جس سے وه شروع هوتي هے - اور ما بعد اس چیز کا اُس مبدء سے کهلتا هے -

اب غور کرو که اس سورة کا نام " فاتحه " یعني " فاتحة الكتاب " هے - لفظ فتح کے مفهوم لغوي میں بندش کا دور هونا ' کهلنا ' اور شروع هونا هے ' اور ان تمام استعمالات لفظ کے اعتبار سے یهي سورة " فاتحه " هے - وحي الهي کهلي اور بندش دور هوئي تو سب سے پہلے یهي سورة نمودار هوئي اور تمام کلام الله اسکے ما بعد هے - درس گاه وحي الهي نے امة مسلمه کے پہلے گروه کو تعلیم کتاب و حکمت دیکر طیار کرنا چاها تو سب سے پہلا سبق اور درس یهي تها جس سے سلسلۂ اسباق شروع هوا - پهر الکتاب کي دائمي ترتیب میں بهي قران حکیم کا مبدء یهي هے ' یعني قران کے کهلتے هي سب سے پہلے اسي کا جمال علم نظر افروز هوتا هے اور سب کچهه اسکے بعد هے - نیز خدا کا جسقدر کلام دنیا میں آیا اور جو کچهه قران حکیم میں هے ' وه سب کا سب سورۂ فاتحه هي سے کهلتا هے اور سب کیلیے یهي سورة نقطۂ آغاز و افتتاح هے - (اس آخري وصف فاتحیة کي تشریح آگے آئیگي)

اسکے بعد اسکي عملي فاتحیة و اولیت کا سلسله شروع هوتا هے - فطرة صالحه یعني مسلم و مومن انسان کي زندگي کو هم دیکهتے هیں که اسکے لیے هر طرح کے افتتاحوں اور ابتداؤں کا نقطه یهي هے - وه جب کهلتي هے تو اسمیں سب سے پہلے سورۂ فاتحه هي نظر آتا هے ' اور وه جو کچهه کرتا هے اسمیں اولین نمود اسي سورة کي حقیقت کي هوتي هے - اگر تم صبر کروگے تو زیاده وضاحت کے ساتهه اس حقیقت کو معلوم کروگے - لیکن سر دست اسقدر سمجهه لینا کافي هے که انسان کي روزانه زندگي کا آغاز صبح سے هوتا اور رات کے پہلے پہر پر ختم هو جاتا هے ' سو مومن کي هر صبح اسي سورة سے شروع هوتي اور اسي پر ختم هوتي هے -

چنانچہ یہي وجہ ھے کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم نے اسکا نام " فاتحۃ الکتاب " رکھا ' اور اسطرح اسکي حقیقت اولیت کو اسکے نام ھي سے واضح کردیا :

لا صلاۃ لمن لم یقرأ فیہا بفاتحۃ الکتاب (بخاري و مسلم عن عبادہ بن الصامت)	اُس شخص کي نماز ھي نہ ھوئي جس نے نماز میں فاتحۃ الکتاب یعنے سورۂ فاتحہ کو نہ پڑھا -

اسي طرح دار قطني اور ترمذي کي حدیث آگے آئیگي جس میں منجملہ دیگر اوصاف کے ایک وصف اسکا یہ بھي فرمایا کہ " وہ فاتحۃ الکتاب ھے "- چنانچہ اسي لیے یہي وصف اسکا سب سے بڑا اور سب سے پہلا قرار پایا ' اور زیادہ تر اسي نام سے آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم اور تمام صحابہ کرام نے اسے پکارا -

عربي میں " فتح " کا لغوي اطلاق دراصل مشکلوں ' بندشوں ' اور رکاوٹوں کے دور ھوجانے پر ھوتا ھے جیسا کہ امام راغب نے لکھا ھے " الفتح - ازالۃ الاغلاق و الاشکال " یعنے فتح بندشوں اور مشکلوں کا دور ھونا ھے - چونکہ بندشوں کے دور ھونے اور مشکلوں کے چھٹ جانے میں کھل جانے کا مفہوم ھے ' اسلیے اسکا اطلاق ھر اس حالت پر ھونے لگا جو کھلنے کے بعد ھي نمایاں ھوئي اور اسلیے سب سے پہلے نمایاں ھوئي - بند دروازہ کھل گیا تو یہ دروازہ کا فتح ھونا ھے - لڑائي میں کامیابي نمودار ھوئي اور رکاوٹیں دور ھوگئیں تو یہ لڑائي کي فتح ھے - غم دور ھوگیا اور راحت شروع ھوئي تو یہ فتح غم و الم ھے - غرضکہ " فتح " کے معنی میں اصلي حقیقت لغوي تو کھلنے کي ھے ' لیکن چونکہ کھلنے کے بعد ما بعد کي سب سے پہلي نموداري ھوتي ھے ' اسلیے آغاز و ابتداء کا مفہوم بھي اسکا ایک جزء ھوگیا ھے ' اور اسکے تمام استعمالات میں نظر آتا ھے -

اسي فتح سے فاتحہ ھے ' یعني وہ چیز جس سے کوئي شے کھلے اور شروع ھو:

بسم الله سورہ فاتحہ هي كي پہلی آیت ھے - حتی کہ بعض ائمۂ حدیث و فقه کے نزدیک وضو کرنے سے پہلے بسم الله کا پڑھنا واجب ھے' اور حضرة امام احمد نے مرفوعاً روایت کیا ھے کہ اُس شخص کا وضو هي نہیں هوتا جو الله کے نام سے وضو شروع نه کرے - جن ائمه نے نیت کو شرط وضو قرار دیا ھے' انکي نظر اسي دقیق نکته پر گئي ھے -

پھر سورۂ فاتحه کي افتتاحي خصوصیت کس طرح نمایاں هو جاتي ھے جب قرآن حکیم سے معلوم هوتا ھے کہ انبیاء کرام نے بھي اپنے اعمال مہمه کو همیشه سورۂ فاتحه هي کي پہلي آیت سے شروع کیا - حضرة نوح علیه السلام نے کشتي پر قدم رکھا تو فرمایا " بسم الله مجراها و مرساها " حضرة سلیمان نے ملکۂ سبا کو خط لکھا تو اسي سے شروع کیا : بسم الله الرحمن الرحیم - اور احادیث کي بکثرت تصریحات سے یه تو تمہیں معلوم هي ھے کہ آنحضرة صلی الله علیه و سلم اپنے تمام کاموں کو اسي اولین آیۂ فاتحه سے شروع کرتے تھے -

پس ان بیانات سے واضح هوا کہ یه سورة هر لحاظ سے "فاتح" ھے اور فاتحیۃ اور ابتداء هر حیثیت سے اسي کیلیے ھے - یهي وجه ھے کہ اسکا نام " فاتحه " قرار پایا -

(فاتحۃ الکتاب به حیثیت نـزول)

البته اس تاریخي حقیقت کو کہ جسطرح ترتیب الکتاب میں یه سورہ پہلي ھے اسي طرح ترتیب درس و نزول میں بھي پہلي ھے' کسي قدر زیادہ وضاحت کے ساتھه صاف هو جانا چاهیے -

تم کو معلوم هوچکا ھے کہ قران حکیم تیئیس سال کے عرصه میں جسته جسته نازل هوا ھے - تاریخ نزول قـرآن میں اس زمانے کو دو حصوں میں منقسم کردیا گیا - پہلا حصه ابتدائي زمانے کا ھے جو هجرت پر ختم هوجاتا ھے' اور "عہد مکي" کہلاتا ھے - دوسرا دور هجرت مدینه سے شروع هوتا ھے اور آنحضرة صلی الله علیه وسلم کے وصال فرمانے تک قائم رهتا ھے - اوسکو

اور یہ جو کچھہ کہا گیا سو محض قیاس و تخمین نہیں ہے' بلکہ خود احادیث و احکام نبویہ (علي صاحبہا الصلواۃ و السلام) کي تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کے ہر کام کا افتتاح سورۂ فاتحہ ہي کي حقیقت سے ہونا چاہیے - چنانچہ اُس مشہور حدیث کو اپنے سامنے لاؤ جسکو اصحاب صحاح و سنن نے بکثرت مختلف طریقوں سے روایت کیا ہے' لیکن راوی اول سب کے حضرۃ ابو ہریرہ ہیں :

کل امـــــر ذي بال لـــم	جو کام حمـــد الہي سے شروع نہیں کیا گیا تو
یبدء فیہ بالحمـد ابتـر -	اسمیں کامیابي نہیں ہے -

یہ ابن ماجہ و ابو داؤد کے الفاظ ہیں' لیکن ابن الاعرابي اور بغوي وغیرہ کي روایات میں " بالحمد للہ " ہے - یعني ہر کام کو الحمد للہ سے شروع کرنا چاہیے - اور امام نسائي کي روایت میں " کل کلام لا یبدء فیہ بحمد للہ فہو اجذم " ہے - بعض روایتوں میں " اقطع " بھي آیا ہے - نیز بعض روایتوں میں " الحمد " کي جگہ " بیسم اللہ الرحمن الرحیـم " ہے - یعني " بسم اللہ الرحمن الرحیم " سے جو کام شروع نہ کیا جاے وہ ابتر ہے -

سو اب دیکھو کہ اس حدیث سے کس طرح ثابت ہو رہا ہے کہ مومن کے تمام کاموں کو اِسي سـورۃ کي حقیقت سے شـروع ہونا چاہیے - اس سورۃ کي اولین حقیقت " حمد الہي " ہے پس فرمایا کہ ہر کام کا افتتاح " الحمد للہ " سے ہونا چاہیے - اُس کي پہلي آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے پس فرمایا کہ ہر کام کو بسم اللہ سے شروع کیا جاے - دونوں روایتوں میں افتتاح اعمال حقیقت فاتحـہ ہي سے ہے - اور سچ یہ ہے کہ مومن کے خصائص و امتیازات میں اولین چیز یہي ہے کہ وہ جو کچھہ کرتا ہے' اللہ کے نام سے کرتا ہے' اور اُسي سے زندگي کے ہر شعبہ کو شروع کرکے اپنے تئیں صرف اللہ ہي کیلیے مخصوص کردیتا ہے -

اسي طرح اُن تمام احادیث کو اپنے سامنے لاؤ جن میں مختلف اعمال مقدسہ کے متعلق بہ تصریح فرمایا گیا ہے کہ بسم اللہ سے شروع کرو اور

احادیث صحیحه و آثار صحابه جنکو آگے چلکر تم پڑھوگے ' بتلاتے هیں که اس آیت میں " سات چیزوں " سے مراد سورۂ فاتحه کي سات آیتیں هیں ' اور " مثاني " اسي کا وصف هے که وه هر روز نمازوں میں بار بار دهرائي جاتي هے ' اور مومن کبهي بهي اسکے بار بار دهرانے سے نهیں تهکتا -

اس سے ثابت هوگیا که سورۂ فاتحه قطعاً مکي هے ' کیونکه اگر مکه میں سورۂ حجر سے پہلے نازل نه هوچکي تهي تو خدا تعالی نے اسکا ذکر سورۂ حجر میں کیونکر فرمایا ؟

چنانچه حضرة عبد الله ابن عباس ' ابو میسره ' حسن ' قتاده ' اور ابو العالیه وغیره کبار صحابه و تابعین رضي الله عنهم کا یهي مذهب هے ' اور حضرة علي علیه السلام نے بهي اسي کي تصریح کي هے :

عن علي علیه السلام قال نزلت فاتحة الکتاب بمکه - (اسباب النزول للواحدي صفحۂ - ۱۲)

حضرةعلي علیه السلام سے منقول هے که سورۂ فاتحه مکه میں اُتري -

بالعموم تمام علماء و مفسرین محققین کي جماعت اسي طرف گئي هے - حافظ سیوطي نے اتقان میں لکها هے :

الاکثرون علی انها مکیة بل ورد انها اول ما نزل - (صفحه ۲۴)

اکثر اسي پر هیں که یه مکي هے ' بلکه یه بهي آیا هے که یهي سب سے پہلے اُتري -

متقدمین و متاخرین میں امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر جیسے ائمۂ تفسیر بالحدیث کا بهي یهي مذهب هے - اور ان دونوں کے بعد کسی اور قال و قیل قیاسي و رائي کے طرف اعتناء کرنے کي ضرورت نهیں -

لیکن بحث کو صاف کردینے کیلیے بهتر هوگا که جن لوگوں کو سورۂ فاتحه کے مدني هونے کا خیال هوا هے ' انکے دلائل پر بهي نظر ڈال لي جاے - ان لوگوں کا استدلال یه هے که بعض صحابۂ و تابعین کے متعلق

" مدني " کہتے هیں - پس قرآن حکیم کي جو سورتیں پہلے ابتدائي عہد میں نازل هوئي هیں، اُنکو " مکي " کے نام سے پکارتے هیں، اور جو آخري عہد میں نازل هوئي هیں، وہ " مدني " هیں - مکي اور مدني سے مقصود محض ان سورتوں کے نزول کا وطن نہیں هے بلکه هجرت سے پہلے اور بعد کے دو عہدوں میں سے کسي ایک عہد کا هونا هے - انبیاء کرام علیہم السلام کے اعمال اجتماعیة کا پہلا دور دعوۃ و تبلیغ هوتا هے ' دوسرا وسطي عہد هجرۃ ' تیسرا فیصلۂ حق و باطل اور ظہور امر الہي - پس جونکه هجرۃ نبوي پر پہلا دور ختم هوتا تها اور نیا دور شروع هوتا تها، اسلیے وحي الہي کي تاریخ کو بهي انهي دو بڑے دوروں میں تقسیم کرکے محفوظ رکها گیا، اور فی الحقیقت تاریخ نزول کیلیے اس سے بہتر تقسیم عہد نہیں هو سکتي تهي - یہي وجه هے که علماء فن نے فیصله کردیا هے که مدني سورتوں سے مراد یه نہیں هے که سر زمین مدینه هي میں نازل هوئي هوں، بلکه هجرت کے بعد جو سورتیں اتریں ' وہ سب کي سب مدني هیں - اگر فتح مکه کے بعد اثناے قیام مکه میں بهي کوئي آیت اتري هے تو وہ بهي اپنے عہد کے لحاظ سے مدني هي هے اگرچه سر زمین مدینه میں نہیں اُتري -

(سورۂ فاتحه مکي هے)

پس سورۂ فاتحه کے متعلق پہلا سوال یه پیدا هوتا هے که یه مکي هے یا مدني ؟ یعني پہلے عہد میں نازل هوئي هے یا دوسرے عہد میں ؟

اسکا جواب خود قرآن حکیم میں موجود هے - سورۂ حجر میں جو بالاتفاق مکي هے ' الله تعالی نے سورۂ فاتحه کے متعلق خود فرمادیا هے که وہ نازل هوچکي هے :

ولقد اتینـاک سبعـا مـن المثاني و القرآن العظیـم -	اور بلا شبه هم نے تجکو سات چیزیں دیں بار بار دهرائي جانے والي اور قران العظیم .

(۱۵ : ۸۷)

تصریحات موجود ھیں - حافظ ابن کثیر اور ابن عطیه نے حضرۃ ابو ھریرہ کا نام لکھا ھے - اول تو تفسیر قرآن کے بارے میں بمقابله حضرۃ علي اور حضرۃ ابن عباس کے انکے قول کو زیادہ وزني نہیں قرار دیا جاسکتا - ثانیاً یه بھي مشتبه ھے که واقعي حضرۃ ابو ھریرہ کا یه مذھب تھا بھي یا نہیں ؟ در اصل یه راے تابعین میں حضرۃ مجاھد کي ھے' اور انھي سے زیادہ تر مشھور ھوئي ھے - وہ حضرۃ ابو ھریرہ سے روایت کرتے ھیں جسکو طبراني نے اوسط میں نقل کیا ھے که :

عن مجاھد عن ابي ھریرہ ان ابلیس رن حین انزلت فاتحة الکتاب و انزلت بالمدینه (اتقان : ۲۵)	مجاھد نے حضرۃ ابوھریرہ سے روایت کي ھے که شیطان چیخ اُٹھا جب سورہ فاتحه نازل ھوئي' اور وہ مدینه میں اُتري -

لیکن حافظ سیوطي اتقان میں لکھتے ھیں :

و یحتمل ان الجملة الاخیرة مدرجة من قول مجاھد (صفحه ۲۵)	اور اسکا احتمال ھے که آخري جمله مجاھد کے قول سے داخل روایت ھوگیا ھو -

یعني بہت ممکن ھے که حضرۃ ابو ھریرہ کا قول صرف اسي قدر ھو که " ان ابلیس رن " اور آخر میں اتنا ٹکڑہ که " اور وہ مدینه میں اُتري " خود مجاھد کي جانب سے ھو -

رھا یه امر که حضرۃ مجاھد کا مذھب ایسا کیوں تھا ؟ تو جب صحابه کا مذھب ھمیں معلوم ھوگیا ھے تو یه امر چنداں لائق اعتنا نہیں - معلوم ھوتا ھے که اس بارے میں انھیں سہو ھوگیا یا کسي وجه سے اشتباہ میں پڑگئے - واحدي اسباب النزول میں مجاھد کي راے نقل کرکے لکھتے ھیں :

قال الحسین بن الفضل لکل عالم ھفوۃ و ھذہ بادرۃ	حسین بن الفضل نے کہا که ھر عالم کے اقوال میں ایک نه ایک بات لغو ھوتي ھے'

مفسرین نے تصریح کردي ھے کہ سورۂ فاتحہ کو مدني قرار دیتے تہے - چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ھیں :

وقیل مدنیة قاله ابوھریرہ و مجاھد و عطاء بن یسار و الزھری - اور کہا گیا ھے کہ مدني ھے - یہ قول ابوھریرہ، مجاھد، عطاء، اور زھری کا ھے-

ھمارے مفسرین متاخرین اس اختلاف سے اسقدر متاثر ھوے کہ انھوں نے دونوں قولوں کو جمع کرنے کي کوشش کي، اور یہ قیاس کرلیا کہ سورۂ فاتحہ دو مرتبہ نازل ھوئي ھوگي - ایک بار مکہ میں جبکہ نماز فرض ھوئي اور ایک بار مدینہ میں جبکہ قبلہ بیت المقدس کي جگہ خانۂ کعبہ قرار پایا - بلا شبہ یہ تطبیق کي عمدہ صورت تھي اور یہ بات بھي کچھہ عجیب نہیں ھے کہ سورۂ فاتحہ دو مرتبہ نازل ھوئي ھو کیونکہ سعادت انساني کا پہلا سبق بھي وھي ھے اور آخري بھي وھي ، لیکن افسوس ھے کہ اسکا کوئي ثبوت ھمارے سامنے نہیں ھے - کسي صحابي اور تابعي نے اسکي تصریح نہیں کي، اور محض قیاسات کي بنا پر ھم نزول قرآن کي تاریخ قرار نہیں دیسکتے -

بعضوں نے کہا کہ سورۂ فاتحہ مکي بھي ھے اور مدني بھي ھے - نصف مکہ میں اُتري اور نصف مدینہ میں - مگر وہ یہ بھول گئے کہ سورۂ حجر مکہ میں اُتري ھے اور اسمیں سورۂ فاتحہ کي ساڑھے تین آیتوں کي جگہ سات آیتوں کا ذکر ھے !

حقیقت یہ ھے کہ تطبیق اختلاف کیلیے ان تکلفات کي ضرورت ھي نہیں - تھوڑے سے غور کے بعد بالکل واضح ھو جاتا ھے کہ مدني ھونے کي روایات میں کوئي قوت ایسي نہیں ھے کہ انکو ایک مستقل مذھب قرار دیکر بحث کیجاے -

سب سے پہلي چیز یہ ھے کہ صحابۂ کرام میں سے بھي، کسي نے اسکو مدني قرار دیا ھے یا نہیں، کیونکہ اسکے مکي ھونے کے متعلق حضرة علي اور حضرة ابن عباس رضي اللہ عنھما جیسے اجلۂ صحابۂ و مفسرین کي

وجاءه الملك فيه فقال " اقرأ "	اور اللہ کے فرشتہ نے ظاہر ہو کر کہا
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	" اقرأ " یعنی " پڑھہ " اپنے فرمایا
وسلم : ما انا بقاري-	کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں - کیونکر
فقال " اقرأ باسم ربک	پڑھوں ؟ آپ فرماتے ہیں کہ اسي طرح
الذي خلق" الخ	اس نے تین بار کہا - اخري بار کہا

" اقرأ باسم ربک الذي خلق" اپنے پروردگار کے نام سے پڑھہ جس نے پیدا کیا -

اسي حدیث کو امام مسلم نے بھي لیا ہے اور نیز باختلاف جزئیات الفاظ حاکم ' طبراني ' اور بیہقي وغیرہ سے بھي مروي ہے - اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ سب سے پہلي سورۃ جو نازل ہوئي ہے وہ سورۂ " اقرأ " ہے' اور چونکہ امام بخاري نے " کیف کان بدء الوحي" (وحي کیونکر شروع ہوئي) کا باب اسي حدیث کي بنا پر قائم کیا ہے' اسلیے ثابت ہوتا ہے کہ امام صاحب کا مذہب بھي یہي تھا - اکثر محدثین اور علماء کا یہي مذہب ہے' اور بکثرت تابعین و ائمہ سے منقول ہے - مجاهد اور زہري کے اقوال حافظ سیوطي نے نقل کیے ہیں (اتقان : ۵۳)

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے سورۂ " مدثر" نازل ہوئي - امام بخاري و مسلم نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا :

سالت جابر بن عبد اللہ :	میں نے جابر بن عبد اللہ سے پوچھا کہ
ای القران انزل قبل؟ قال	قران میں سے کونسي چیز پہلے اوتري ؟ کہا
" یا ایها المدثر" قلت او	" یا ایها المدثر" میں نے کہا - یا ایها
" اقرأ باسم ربک "؟ قال	المدثر یا اقرا باسم ربک ؟ جابر نے کہا
احدثکم ما حدثنا بہ رسول	میں تم سے وهي کہتا ہوں جو ہم سے
اللہ قال صلی اللہ علیہ وسلم :	رسول اللہ نے بیان کیا ہے - آپنے فرمایا کہ
اني جاورت بحراء فلما	میں نے غار حراء میں قیام کیا - جب
قضیت جواري نزلت فاستبطنت	میرا زمانۂ قیام ختم ہوا تو وہاں سے

من مجاهد لانه تفرد بهـذا
القول و العلماء علي خلافـه
و مما يقطع به علي انها مكية
قولـه تعالیٰ : و لقد اتيناک
سبـعـاً الخ (صفحه ۱۲)

مجاهد کا یه قول بهي ایسا هی هے اور انکي
ذات سے ایسي غلطي کا هونا تعجب انگیز
هے - تمام علماء اسکے خلاف کهتے هیں -
تنها انهي کي یه راے هے - سورة حجر
میں موجود هے که " و لقد اٰتیناک سبعاً
من المثاني " اور اس سے مراد فاتحه هے - پس قطعي طور پر اسکا مکي
هونا ثابت هوگیا -

امام واحدي کے اس بیان سے یه بهي معلوم هوگیا که سورهٔ فاتحه کے مدني هونے کي نسبت صرف مجاهد هي کا یه مذهب هے کیونکـه حسین بن الفضل نے " تفرد به " کا لفظ کها هے - پس یه کهنا که اس بارے میں دو مذهب هیں' کسي طرح صحیح نهیں - تمام صحابـه و علماء کا مذهب ایک هي هے - اور وه یهي هے که سورهٔ فاتحه مکي هے - صرف ایک شخص یعني حضـرة مجاهد کا قول خـلاف هے - بعض اور نام بهي اگر همارے سامنے آجاتے هیں تو وه غالباً انهي کے قول سے متاثر هوے هیں -

(مکي عهد کي پهلي سورة)

اب اسکے بعد دوسرا سوال یه سامنے آتا هے که مکي سورتوں میں بهي سب سے پهلي سورة کونسي هے ؟ سوره فاتحه جسکو پهلا هونا چاهیے یا کوئي اور سورة ؟

اسکے متعلق علماء فن کے حسب ذیل اقوال هیں :

(۱) امام بخاري نے اول بدء الوحي میں حضرة عائشه رضي الله عنها سے ایک مفصل روایت نقل کي هے که آنحضرة صلی الله علیه و سلم پر پہلے پهل کیونکر وحي نازل هـوئي ؟ حضـرة عائشـه فـرماتي هیں که سب سے پہلے رؤیاء صادقه شروع هوے - پهر آپنے خلوت وگوشه نشیني اختیار کي - غار حراء میں آپ اکثر جاتے اور رات بهي وهیں بسر کرتے - یهاں تک که نور حق ظاهر هوا :

امام بیہقي نے بھي دلائل میں اس روایت کو نقل کیا ھے مگر لکھا ھے کہ حدیث مرسل ھے البتہ راوي تمام ثقہ ھیں - صاحب کشاف نے اس قول کو اکثر مفسرین کا مذھب لکھا ھے :

و اکثر المفسرون الی ان اول سورۃ نزلت فاتحۃ الکتاب -

اور اکثر مفسر اس طرف گئے ھیں کہ سب سے پہلي سورۃ فاتحۃ اتري ھے -

مگر حافظ ابن حجر عسقلاني نے کشاف کے بیان سے انکار کیا ھے کیونکہ حضرۃ عائشہ کي روایت اغاز وحي کے خلاف ھے اور لکھا ھے کہ اکثر کا یہي مذھب ھے کہ سب سے پہلے " اقرا " نازل ھوئي -

اس آخري قول کي نسبت ایک روایت اور میري نظر سے گذري ھے جو صاحب تفسیر نیشاپوري نے سورۂ فاتحہ کي تفسیر میں لکھي ھے :

قد صح عن النبي صلی اللہ علیہ و سلم فی حدیث ابي ابن کعب انہا من اول ما نزل من القران و انہا السبع المثاني - (بر حاشیہ طبري ۱ : ۷۲)

بلاشبہ ابي ابن کعب کي حدیث میں آنحضرت سے یہ قول ثابت ھوچکا ھے کہ سورۂ فاتحہ ھی قران میں سے پہلي چیز ھے جو نازل ھوئي اور وھي سبع المثاني ھے -

لیکن مفسر موصوف کا یہ قول انکي ناواقفیت فن حدیث و تساھل نقل و روایت پر شاھد ھے ' اور اس امر کا ایک بین ثبوت ھے کہ مفسرین متاخرین کا یہ طبقہ فن حدیث سے کسقدر نا آشنا ھے ' اور اگر ایک شخص ان لوگوں پر اعتماد کرلے تو وہ کیسی سخت غلطیوں میں اپنے آپکو غرق پائیگا ؟

اس عبارت کو پڑھکر ھر شخص یہي سمجھے گا کہ حضرت ابی ابن کعب نے کوئي روایت نقل کي ھے ' اور اسمیں صاف صاف موجود ھے کہ قران میں سے پہلي چیز جو اتري وہ سورۂ فاتحہ ھے - حالانکہ اصلیت اسکے بالکل خلاف ھے - تمام کتب صحاح میں حضرۃ ابن کعب کي کوئي روایت ایسي نہیں جس میں یہ موجود ھو کہ " انہا اول ما نزل من القران " اور نہ عام مجامع و اسفار حدیث میں کوئي روایت اس مضمون کي ملسکتي ھے -

بلاشبہ ابي ابن کعب کی ایک مفصل روایت فضیلت فاتحہ کے متعلق موجود ھے جسکو اصحاب صحاح و مسانید نے بالاتفاق روایت کیا ھے ' اور جسمیں آنحضرۃ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ھے کہ سورۂ فاتحہ سبع المثاني ھے - لیکن اس روایت مین یہ کہیں بھي نہیں ھے کہ سورۂ فاتحہ سب سے پہلے اُتري -

بطن الوادي فنوديت فنظرت امامي وخلفي وعن يميني وعن شمالي فلم ارا حد ...... ثم نوديت فرفعت راسي فاذا هو على العرش فى الهوى يعني جبريل فاخذتني رجفة فاتيت خديجه فامرتهم فدثروني فانزل الله " يا ايها المدثر قم فانذر " (مسلم)

نکلا اور وادي میں سے گذرنے لگا - میں نے سنا که مجھے کوئي پکار رها هے - میں نے اپنے سامنے ' پیچھے ' دهنے ' بائیں نظر ڈالي لیکن کوئي نظر نهیں آیا - اسي طرح تین بار آواز سني - پھر میں نے اوپر سر اٹھایا تو کیا دیکھتا هوں که وه هوا میں ایک کرسي پر بیٹھا هے - یعنی جبریل - یه دیکھکر مجھپر سخت اضطراب طاري هوا - میں خدیجه کے پاس آیا اور کها که مجھے کپڑا اوڑھادو چنانچه انهوں نے ایسا هی کیا اسپر الله نے اتارا " یا ایها المدثر "

(٣) تیسرا قول یه هے که سب سے پہلے " بسم الله الرحمن الرحیم " نازل هوئي - امام واحدي نے عکرمه اور حسن کا قول نقل کیا هے که :

اول ما نزل من القران " بسم الله الرحمن الرحيم " (اسباب النزول : ٦)

سب سے پهلي چیز جو قران سے اتري وه " بسم الله الرحمن الرحیم " هے -

(٤) چوتھا قول یه هے که سب سے پہلے سورهٔ فاتحه نازل هوئي - امام واحدي نے ابو میسرة سے روایت کي هے که ابتدا میں انحضرة ایک اواز کو سنتے جو انکا نام لیکر پکارا کرتي تھي - جب آپنے اس صدا کے جواب میں لبیك کها تو اس نے کها :

قل " الحمد لله رب العالمين " حتى فرغ من فاتحة الكتاب (اسباب النزول : ١٢)

کهه " الحمد لله رب العالمین " چنانچه اخر تک سورهٔ فاتحه اس نے پڑھا دي -

اسکے بعد امام واحدي لکھتے هیں : " و هذا قول علي بن ابيطالب " اور یه قول حضرة علي علیه السلام کا هے -

(مراتب اربعۂ ظہور)

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کي حیاۃ مقدسۂ نبوت کے مختلف مراحل و مراتب ھیں' اور ایک مرتب و منظم سلسلۂ عروج کے ساتھہ وہ یکے بعد دیگرے ھر منزل سے گذرتے ھوے آخري منزل تک پہنچتے ھیں - ان میں سے ھرمقام اور ھر منزل کے لیے خاص خاص حالات و واردات ھیں' اور قرآن حکیم نے ان سب کي تشریح کي ھے -

نبوت ایک بیج ھے جو انبیاء کي سرزمین قلب میں ودیعت کیا جاتا ھے اور وہ اندر ھي اندر نشو و نما پاتا اور مختلف ابتدائي مراتب نشو و انبساط سے گذرتا جاتا ھے - یہاں تک کہ وہ وقت آتا ھے جب اسکي قوت نشؤ و بسط حد کمال تک پہنچ جاتي ھے اور اسکي شاخیں اُبھرنے اور پھیلنے کیلیے ایک فضاء وسیع کو ڈھونڈھتي ھیں - اسوقت اسکي قوۃ نشو کا ابھار بیقرار ھو ھوکر زور مارتا اور ابھرنے کیلیے جوش کہاتا ھے - پس زمین شق ھوتي ھے اور مخفي قوۃ نشو اپنے اُبھرنے کي راہ نکال لیتي ھے - اسکے بعد انشعاب و ظہور کا دور آتا ھے اور اسکي پھیلي ھوئي شاخوں سے زمین کي بالائي سطح گھر جاتي ھے -

یا مرتبہ نبوت کے ظہور کیلیے پہلے انتظار و بلوغ کي ایک رات ھوتي ھے جسکے گھنٹے یکے بعد دیگر گذرتے جاتے ھیں' اور رات تیزي کے ساتھہ بڑھتي ھے تاکہ جلد ختم ھو اور صبح کي نمود شروع ھو جاے - پس ایسا ھوتا ھے کہ سب سے پہلے آفتاب نہیں آتا بلکہ افتاب کے طلوع ھونے کے آثار آتے ھیں اور تم دیکھتے ھو کہ افق پر آھستہ آھستہ سفیدي پھیلنے لگي ھے - یہ سفیدي بڑھنے لگتي ھے اور اسکے بڑھنے کے ساتھہ ھي تاریکي کا پردہ بھي جلد جلد چاک ھونے لگتا ھے - حتی کہ ظہور اجلال آفتاب کا وقت موعود آجاتا ھے اور مشرق کي جانب سے روشنیوں اور نورانیتوں کا تخت درخشاں یکایک طلوع ھوجاتا ھے - پھر اس طلوع کے بھي مختلف مدارج ھیں اور روشني متعدد تدریجي منزلوں سے گذر کر آخري مرتبۂ ظہور تک پہنچتي ھے - سب سے پہلے صرف ایک روشن چہرہ نظر آتا ھے' پھر وہ اونچا ھوتا ھے اور اسکي ھلکي ھلکي شعاعیں بلند مناروں اور بالاخانوں کي چھتوں پر پڑنے لگتي ھیں - نیچے کي زمینیں اس سے محروم رھتي ھیں - پھر اسکي شعاعیں زیادہ بلند اور تیز ھونے لگتي ھیں' اور وہ وقت آجاتا ھے جب زمین کا تمام بالا و پست حصہ روشني کو دیکھہ لیتا ھے - یہ چاشت کا وقت ھوتا ھے - اسکے بعد آخري مرتبۂ

اسي ایک واقعه سے اندازہ کرلینا چاهیے که ان مفسرین متاخرین کي روایات مندرجه تفسیر کا کیا حال ھے ؟

انکے علاوہ عامۂ مفسرین کے اور بهي مختلف اقوال هیں مگر یه مسئله فن حدیث کي معلومات سے تعلق رکھتا ھے اور اس بارے میں مفسرین محض کے اقوال قابل اعتنا نہیں -

(تطبیق روایـات)

اب هم کو کوشش کرني چاهیے که ان تمام روایات پر نظر ڈالیں اور کسي تشفي بخش حقیقت تک پہنچ سکیں -

سب سے پہلا سوال یه سامنے آتا ھے که قرآن حکیم کے آغاز وحي و تنزیل کے متعلق اسقدر مختلف اقوال و روایات کیوں هیں ؟ اور کیا اس سے یه نتیجه نہیں نکلتا که تاریخ تنزیل قرآن کي ابتدا متحقق و واضح نہیں ھے ؟

لیکن همارے نزدیک ایسا اعتراض کرنا محض تقصیر نظر و عدم ذوق فن کا نتیجه هوگا - بظاهر اگرچه ان روایات میں اختلاف نظر آتا ھے مگر فی الحقیقت کوئي اختلاف نہیں ھے - سب ایک هي حقیقت کو واضح کر رهي هیں اور ان چاروں قولوں میں سے کوئي قول بهي ایسا نہیں جو اصلاً غلط هو - متاخرین کي ایک عام غلطي یه ھے که وہ تطبیق و تحقیق روایات مختلفه کي کوشش بہت کم کرتے هیں' اور اگر ایک ادنی سا اختلاف بهي دو بیانوں میں نظر آجاتا ھے تو فوراً کهه اٹھتے هیں که یه دو مختلف مذاهب و اقوال هیں - علی الخصوص فن حدیث میں تو اس طرح کا تساهل عموماً کیا گیا ھے اور تمام علوم سے زیادہ خطرناک ھے -

(حقیقت انبعاث وحي)

سب سے پہلے یه سمجهه لینا چاهیے که اس مسئله کے سمجهنے میں عموماً ایک بنیادي غلطي هوجاتي ھے اور جب تک وہ غلطي صاف نهوجاے حقیقت واضح نہیں هوسکتي - ایک چیز ھے قرآن حکیم کي پہلي سورۃ جو صاحب قرآن پر نازل هوئي' اور ایک چیز ھے سب سے پہلي وحي جس سے سلسلۂ تنزیل وحي شروع هوا - یه دو مختلف چیزیں هیں' لیکن بہت سے لوگ اسمیں فرق نہیں کرتے اور اسلیے جب کبهي ان دونوں مختلف حالتوں کے متعلق مختلف بیان نظر آتے هیں' تو اس دهوکے میں پڑجاتے هیں که ایک هي حقیقت کے متعلق دو مختلف بیانات هیں !

(حقیقت انبعاث)

شاید اس حالت کا ایک خفیف سا تصور ہم کو یوں حاصل ہو سکے کہ ہم دنیا کے انقلابات مادیہ پر نظر ڈالیں - ہم دیکھتے ہیں کہ ابتدا میں ایک مواد بتدریج طیار ہوتا اور پکتا ہے ' پھر جب اسکی طیاری مکمل ہو چکتی ہے تو اسپر ایک سخت ہیجانی اور التہابی حالت طاری ہوتی ہے - یعنی اسکے اندر ایک شدید بھڑک اور بیقراری پیدا ہو جاتی ہے اور چاہتی ہے کہ تمام حائل پردوں کو چاک چاک کردے اور اُبھر کر پھٹ اُٹھے - اِسی التہاب کا نتیجہ انفجار ہوتا ہے - یعنے بالاخر مادہ پھٹ اٹھتا ہے اور اپنے دور نمو ر ظہور کو ختم کر دیتا ہے -

اِسی سے عالم روحانیات و قدسیات کے واردات کیلیے ایک ناقص مثال کا کام لو - مرتبۂ نبوت کے ظہور کا وقت بھی جب بالکل قریب آ جاتا ہے تو قوۃ الاھیۂ نبویہ کی تکمیل اُبھرنے اور ظاہر ہو جانے کیلیے کھولنے اور جوش مارنے لگتی ہے ' اور اِسی کا نتیجہ ہے کہ اس مرتبہ میں پہنچکر انبیاء کرام علیہم السلام پر ایک سخت التہابی ارادہ طاری ہو جاتا ہے ' اور ایک غیر نفسانی اضطراب اور ایک پاک و منزہ بیقراری سے انکی روح مقدس معمور ہو جاتی ہے - اگر مرتبۂ نبوت ایک بیج ہے ' تو یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اسکی قوۃ نشو و نما کا بلوغ کامل زمین کو شق کرکے اُبھر آنے کیلیے بیقرار ہو جاتا ہے - اگر وہ ایک قوت ہے تو یہ وہ وقت ہوتا ہے جب مخفی طاقت بالکل کامل و مستعد ہو کر اس فوارہ کی طرح جسکا بالائی منفذ نہ کھولا گیا ہو' پھٹ اٹھنے اور نکل آنے کیلیے کھولنے اور اُبلنے لگتی ہے - اگر وہ افق حقیقت و الاھیت کا ایک طلوع نورانیۃ ہے تو یہ وہ وقت ہوتا ہے جب شب انتظار ختم ہوچکی ہوتی ہے ' اور جس جمال صبح کیلیے رات بیقرارانہ و والہانہ دوڑتی آئی تھی ' اسکو بالکل قریب پاکر سورج کیلیے اضطراب کرتی اور اسکے چہرۂ درخشاں کیلیے تڑپتی اور بیقرار ہو جاتی ہے !

پس اسوقت حضرات انبیاء کرام پر ایک بیخودانہ اضطراب و التہاب عشق کی سی حالت طاری ہوجاتی ہے - وہ ایک غیر معلوم حقیقت کیلیے بیقرار' ایک غیر متعین معشوق کی جستجو میں سرگرداں' اور ایک غیر مفہم انکشاف و انبعاث کی فکر میں ڈوب جاتے ہیں - اُنکی روحانیۃ نبوت اسوقت بیقرار ہو ہو کے اور تڑپ تڑپ کے کسی غیر متعین حقیقت کو ڈھونڈھنے اور پکارنے لگتی ہے' اور اُنکا اضطراب یکسر ایک صداے جستجو

کمال نصف النہار کا وقت ہے - اس وقت سورج کا قہر حرارت اور اعلان تجلي آخري درجه تک پہنچ جاتا ہے - تکمیل حرارت کے لحاظ سے اسکي گرمي زمین کے ایک ایک ذرہ تک پہنچ جاتي ہے ' اسکي چمک کا کوئي آنکھه حریفانه مقابله نہیں کر سکتي - اور تکمیل نورانیت و تجلي کے لحاظ سے اس وقت یه حال هوتا ہے که ایک طرف غار اور تہه خانے تک دن کے وجود کي شہادت دینے لگتے هیں ' دوسري طرف نہایت کم بصارت والي بیمار اور دهندلي آنکهیں بهي روشني کو پالیتي هیں اور ٹهوکر سے بچ جاتي هیں - البته اندها هر حال میں نہیں دیکهے گا - اسکے لیے نصف شب کي تاریکي ' صبح کي سفیدي ' چاشت کي نورانیت ' اور نصف النہار کی تجلي ' سب یکسان هیں :

سواء علیهم ائنذرتهم أم لم تنذرهم لا یؤمنون - ختم الله علی قلوبهم و علی سمعهم و علی ابصارهم غشاوة - (٢ : ٦)

پس پہلے رات هوتي ہے اور صبح کا انتظار - پهر انفلاق صبح هوتا ہے یعني سیاهی پهٹتي ہے اور سفیدي اسکے اندر سے پهوٹ کر نمایاں هونے لگتي ہے - پهر ظهور فجر ہے ' یعنے صبح آگئي اور سورج کا جمال پنہاں بے نقاب هونے لگا - پهر مرتبۂ ضحی ہے ' یعنے سورج اچهي طرح نمایاں هوگیا اور دهوپ پهیلنے لگی - اسکے بعد دن ہے جبکه سورج کی تجلي کمال مرتبۂ ظهور و سلطان تک پہنچ جاتی ہے -

اسي طرح ظهور افتاب نبوۃ و احاطۂ و سلطان دین الہي کیلیے بهي بالترتیب چار منزلیں هوتی هیں جو انبیاء کرام علیهم السلام کو پیش آتي هیں ' اور جنکي طرف سورۂ والشمس ' و الضحی ' اور سورۂ فجر وغیرہ میں اشارہ کیا گیا ہے ' اور جسکي حقیقت حضرۃ عائشه رضي الله عنها کي روایت میں " فکان لا یري رویا الا جاءت مثل فلق الصبح " سے بالکل واضح هو جاتي ہے -

پس پہلے انتظار کی رات ہے جسکے گهنٹے یکے بعد دیگرے گذرتے جاتے هیں تاکه جلد سے جلد صبح کو پالیں - یه وہ زمانه ہے جو انبعاث وحي یعنے وحي الہی کے آنے سے پہلے کا زمانه هوتا ہے ' اور اسي حالت هوتی ہے جسکو بیج کے اندر هی اندر نشو و نما پانے سے بهی تشبیه دي جا سکتی ہے - اسکے بعد مرتبه انفلاق صبح کا ہے جبکه انتظار کی رات ختم هوجاتی ہے مگر طلوع آفتاب کے آنے میں ابهی کچهه دیر باقي هوتي ہے - یه وقت عجیب و غریب قسم کا هوتا ہے جسکے سمجهنے کیلیے همکو صرف تصور صحیح و بالغ سے کام لینا چاهیے - هم لفظوں میں اسکے لیے کچهه نہیں پاسکتے -

1829

کھڑے ہوے تھے - پھر یہي وہ اضطراب ظہور اور التہاب نمود نبوت تھا جو ظہور وحئ سے پہلے آنحضرة صلی الله علیه وسلم کي حیاة مقدسه میں نظر آتا ھے ' اور جس نے تمام علائق دنیاوي سے یکسر کنارہ کشي کراکے آپکو غار حراء کے ایک ایسے گوشه میں معتکف کرادیا تھا جہاں دنیا اور دنیا والوں کي صدائیں نہیں پہنچ سکتي تھیں - وہ پاک گھبراھت اور وہ منزہ بیقراري جو آپکي روح مقدس پر طاري ہوتي تھي ' جو رک رک کر ابھرتي اور تھہر تھہر کے بڑھتي تھی' اور جو اس حد تک پہنچ گئي تھي که کبھي تو " قد خشیت علی " سے اسکي تعبیر کي گئي ھے اور کبھي " یتردي من رؤس شواھق الجبال " (۱) سے ' سو یه تمام واردات اسي مقام کي ترجماني کرتے

---

(۱) حضرة عائشه کي مشہور حدیث آغاز وحي کي طرف اشارہ ھے جسکو امام بخاري نے کتاب التعبیر میں اور دیگر ائمۂ حدیث نے بھي بکثرت روایت کیا ھے -

حضرة عائشه رضي الله عنہا فرماتي ھیں که ابتداء وحي کے زمانے میں جو مختلف حالات و واردات آپ پر طاري ھوے ھیں ' منجمله انکے ایک حالت یه تھي که جب وحي الہي شروع ھوکر کچھه عرصه کیلیے رک گئي تو آپ کا حزن و اضطراب حد درجه تک پہنچ گیا ' اور کئي بار ایسا ھوا که شدت اضطراب میں آپنے چاھا که پہاڑ سے اپنے کو گرادیں -

جو لوگ مقام نبوت کے ان واردات و حالات کي حقیقت پر نظر نہیں رکھتے جنکي تشریح ھم کرچکے ھیں ' وہ احادیث صحیحه میں اس قسم کے بیانات کو دیکھکر گھبرا جاتے ھیں ' اور کہتے ھیں که ایک نبي کي شان سے اسقدر کمزوري کا ظہور بعید ھے اور اسلیے بہتر ھے که آغاز وحي کي روایتوں کو موقوف قرار دیکر انکي تضعیف کردي جاے :

قصه کوته شد و گرنه درد سر بسیار بود !

لیکن حقیقت یه ھے که یه کمزوري نہیں ھے بلکه قوة عظیمۂ نبویه کے ایسے شواھد بینه اور آثار صادقه ھیں جنسے عقل صحیح بصیرة و برھان پاتي ھے' اور جنکے اندر نظر حق و صادق کیلیے نشانیوں اور صداقتوں کي بڑي ھي ناقابل انکار روشني ھے - یه کوئي جسماني کمزوري اور نفساني اضطراب نہیں ھے جو ایک نبي کي شان سے بعید ھو - بـه روح کا وہ مقدس اور ملکوتي اضطراب ھے جو اگر نہو تو ایک نبي کیلیے نبي ھونے کیلیے کوئي

اور دعوۃ سوال ہوتا ہے کہ اے وہ کہ آنے والا' نکلنے والا' اور طلوع ہوجانے والا ہے! تو کہاں ہے' اور کیوں اپنے چہرے پر سے نقاب نہیں اُلٹ دیتا' اور کیوں اپنے جمال درخشاں سے ظلمتوں اور اندھیاریوں کو دور نہیں کردیتا؟

جب کچھہ دنوں تک جسکو حکمۃ الہي نے قرار دیدیا ہے' یہ مضطربانہ حالت طاري ہوچکتي ہے' تو پھر پردوں کے ہٹنے' تاریکیوں کے یکسر شق ہوجانے' بدلیوں کے یکقلم چھٹ جانے' اور آثار صبح کے نہیں' بلکہ خود وجود صبح کے طلوع ہوجانے کا اچانک وقت آجاتا ہے' اور اسکے ظہور کیلیے یہ اضطرابي اور التہابي حالت بالکل اس طرح محرک و داعي ہوجاتي ہے جسطرح ایک عاشق کي انتہائي بیقراریاں معشوق کے بیتابانہ نکل آنے کیلیے' یا کسي مستعد مواد کا شدت التہاب اسکے انفجار و انشقاق کیلیے' یا موسم کي سخت گرمي اور امس آسمان پر بدلیوں کے چھاجانے اور باران رحمت کے اُبل پڑنے کیلیے!!

سو اُس وقت ایسا ہوتا ہے کہ اضطراب و التہاب حد درجہ تک پہنچ جاتا ہے' اور اسلیے وحي الہي بھي اپنے پہلي نمود میں تسکین و تسلي کي صدا بنکر چمکتي ہے' اور سب سے پہلے اس غیر متعین عشق و طلب کو ایک متعین یقین و معرفۃ کے مرتبہ میں لاتي ہے اور عشق کو معشوق' طلب کو مطلوب' اور پکار کو جواب ملجاتا ہے - پھر فعل و انفعال' جذب و انجذاب' اثر و تاثر' دونوں باہم جڑجاتے اور ملجاتے ہیں' اور صبح کي سفیدي بڑھتے بڑھتے مرتبۂ "ضحی" تک اور پھر "و النہار اذا تجلی" تک پہنچ جاتي ہے!

دوسرے لفظوں میں افتتاح وحي کا یہ پہلا مرتبہ ہوتا ہے جو اسلیے ہوتا ہے تاکہ دروازہ کے کھلنے کا اعلان کرے اور شخص اعظم رسالت کو آیندہ آنے والے کاموں کیلیے تعلیم دیکر طیار کردے - اگر وجود نبوت کا رشتہ انسانوں سے ایک معلم وجود کا ہے تو یہ گویا وحي کا وہ اولین ظہور ہوتا ہے جو انسانوں کي تعلیم کیلیے ابھی معلم کو نہیں بھیجنا چاہتا بلکہ خود معلم پر سر چشمۂ علم کو کھولتا ہے -

سو یہي وہ مرتبۂ ظہور کے قرب کي بیچیني اور بیقراري تھي جس نے حضرۃ موسی علیہ السلام کو وادي سینا کے کوہ و بیابان میں ایک پاک اور ملکوتي سرگرداني بخشي تھي' اور وہ ایک غیر متعین مطلوب کے عشق میں بغیر اسکے کہ جہت اور راہ کو مقرر کریں والہانہ و بتیابانہ نکل

[illegible] ہو جاتا ہے - حضرۃ موسی علیہ السلام پر یہ عالم طاری [illegible] وادی ایمن کے بقعۂ مبارکہ میں ایک روشنی کی چمک [illegible] سے پکار اُٹھی کہ اے موسی! تم جس حقیقت غیر متعینہ کے [illegible] بھی تمہیں ڈھونڈھ رہی ہے' اور وقت آگیا ہے کہ وحی الہی [illegible] کرلے:

فلما اتاها [illegible] یا موسی ! انی [illegible] نعلیک انک [illegible] و انا اخترتک [illegible] یوحی - انی انا اللـه لا الـه الا انا فاعبدنی واقم الصلوة لذکری ان الساعة اتية اكاد اخفيها لتجزى كل نفس بما تسعى (۲۰ : ۱۷)

پس جب موسی قریب آئے تو انہوں نے ندائے ربانی سنی : " اے [illegible] میں تمہارا پرور[illegible] تم اس وقت وادی مقدس طوی میں [illegible] تمہیں معلوم ہو کہ میں نے تم کو اپنی [illegible] کی تبلیغ و دعوۃ کیلیے منتخب کرلیا ہے' پس جو کچھہ تم پر وحی کیا جاتا ہے اسکو سنو اور اسکی طرف متوجہ ہو جاؤ - میں ہی خداے واحد ذوالجلال ہوں' میرے سوا اور کوئی نہیں' میری ہی بندگی کرو اور میرے ہی ذکر کیلیے نماز کو قائم کرو- بلاشبہ فیصلہ کرنے والا دن آنے والا ہے - ہم اُس گھڑی کو پوشیدہ رکھنے والے ہیں تاکہ ہر انسان اپنے اُن اعمال کا نتیجہ پالے جنکے لیے وہ کوشش کرتا ہے -

فلما أتاها ... إني أنا ربك فاخلع نعليك إنك بالواد المقدس طوى - وأنا اخترتك فاستمع لما يوحى

پس یہ اولین نداء حق جو حضرۃ موسی (علی نبینا و علیہ السلام) نے سنی' وحی الہی کا سب سے پہلا انکشاف تھا' اور جو صرف اسلیے تھا تاکہ بند دروازہ کھل جائے' اور شخص نبوت اپنے سامنے اپنے قرار دادہ اور طے شدہ کاموں کو پالے - یہ معلم حق کیلیے تعلیم کا اولین افتتاح تھا -

ٹھیک ٹھیک اسی اولین صداے حق کے مقابلے میں وہ واردۂ نبوت ہے جو آں[illegible] صلی اللہ علیہ و سلم پر غار حراء کی گوشہ نشینی کے ایام مبارکہ میں طاری ہوا - جس طرح وہاں تکمیل وقت نے ایک اضطراب و التہاب [illegible] حضرۃ موسی پر طاری کردیا تھا' اسی طرح یہاں بھی وقت ظہور کے قرب نے ایک مقدس و پاک بیقراری شخص اقدس و اعظم نبوت پر طاری کردی' اور دیکھو کہ آبادی کا قیام ترک کرکے اور دنیوی علائق سے کنارہ کش [illegible] پہاڑ کے غار کو انہوں نے اپنی روحانیت کا مسکن بنایا - جس

ہو کر ایک

هیں - اور پھر یہي وہ واردۂ مقدسۂ نبوت ہے' جسکي طرف " ووجدک ضالاً فهدی " میں اشارہ کیا گیا ہے' اور اسي کا نتیجہ ہے جس سے کبھي " دثروني دثروني " کي صدا اٹھي ہے' اور کبھي " زملوني زملوني " کي!

اب اصل مقصود کي طرف توجہ کرو - یہ اضطراب اپنے اندر ایک نہایت قوي و طاقتور داعیۂ وحي رکھتا ہے اور اسلیے جب طلب کي بیقراري حد درجہ تک پہنچ جاتي ہے تو مطلوب کا چہرہ بھي تسکین و تسلي کیلیے

دلیل باقي نہیں رهتي - گو یہ حقیقت زیادہ تفصیل کي محتاج ہے' لیکن امید ہے کہ جو تشریح بطور اشارہ کے کردي گئي ہے وہ فہم مقصود کیلیے کافي ہوگي - پھر یہ بھي واضح رہے کہ بخاري کي یہ روایت اس درجہ مرتبۂ شہرت و قبول تک پہنچ چکي ہے اور اسقدر کثرت سے یکے بعد دیگرے تمام طبقات امۃ نے اسکي تصدیق و توثیق کي ہے کہ امام بخاري کے وجود سے انکار کرنا آسان ہے' مگر اس روایت سے انکار کرنا ممکن نہیں - رہا اس روایت کا موقوف ہونا تو اسے بھي ہم تسلیم نہیں کرتے معناً اسمیں رفع موجود ہے' اور حضرۃ عائشہ کے ذاتي اجتہاد کے اندراج کي کوئي علامت نہیں - اگر حضرۃ عائشہ باوجود اس قرب و اتصال کے جو آپکو حاصل تھا' آغاز وحي جیسے اہم واقعہ کو محفوظ نہیں رکھہ سکتیں تو پھر فن شہادت کا دنیا میں خاتمہ ہو چکا - لطف یہ ہے کہ یہ شبہ نیا نہیں ہے بلکہ پہلے بھي ہو چکا ہے' اور انسان کے اکثر شبہات و ظنون نئے نہیں ہوتے - حافظ ابن حجر عسقلاني نے اسي روایت کي شرح میں محدث اسماعیلي کا ایک قول نقل کیا ہے - وہ لکھتے ہیں کہ محدثین پر بعض طعن کرنے والے اعتراض کرتے ہیں کہ " کیف یجوز للنبي ان یرتاب في نبوته حتی یرجع الی ورقه ...... وحتی یوفي بذروۃ جبل لیلقی منها نفسه - الخ (فتح ۱۲۰ : ۳۱۷) پھر محدث موصوف نے اسکا جواب دیا ہے' مگر اسمیں شک نہیں کہ انکا جواب تشفي بخش نہیں - حقیقت وهي ہے جو ہم لکھہ چکے ہیں - یہ اضطراب ظہور' و اِستعجال نمود' و التہاب و انفجار قوۃ نبویہ' و شدت عشق و شغف حصول وحي و مخاطبۃ الهي ہے' اور اسکے سوا اور کچھہ نہیں - ان واردات مقدسہ سے مقام نبوت اور شخص اقدس نبوت کي کمال تصدیق ہوتي ہے - حاشا کہ جسماني و نفساني کمزوري کا نتیجہ ہو یا محض بشري ضعف طبع کا جیسا کہ شارحین بخاري اور قسطلاني وغیرہ نے لکھا ہے -

[illegible] یہ امر بھی واضح ہوگیا ہوگا کہ ایک چیز ہے وحی و مخاطبۂ [illegible] ہونا، اور ایک چیز ہے احکام و اوامر و بصائر الالہیہ کی تنزیل [illegible] کو ملا نہیں دینا چاہیے -

[illegible] اولیت نزول قرآن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں - تمام روایات و دلائل پر [illegible] کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے وحی و مخاطبۂ الہی کا جو افتتاح ہوا، وہ حکم "اقرأ" سے ہوا، یعنے حکم ہوا کہ وحی الہی کا پڑھنا شروع [illegible] آپ ایسا کرچکے تو حکم تبلیغ ہوا : قم فانذر - [illegible] الہی [illegible] پس آپ اُٹھے، جب اُٹھے [illegible] جو قرآن اور "الکتاب [illegible] اتاری گئی" جو [illegible] قرآن و وحی الہی کا خلاصہ اور دین الہی کی حقیقت [illegible] اور صلوٰۃ الہی کی اصل و اساس تھی، اور جسکے بغیر دعوۃ اسلام اور تعلیم امۃ مسلمہ ہو ہی نہیں سکتی تھی، وہ سورۂ فاتحہ ہے - یعنی پہلی سورۃ جس سے تنزیل و تعلیم بھی شروع ہوئی اور ترتیب الکتاب بھی -

اس سلسلے میں " اقرأ باسم ربک الخلق" بمنزلہ اُس اولین صدا کے ہے جو وادیِ ایمن میں " انا اخترتک فاستمع ما یوحی " کے لفظوں میں سنائی دی تھی، اور یا ایہا المدثر! قم فانذر بالکل ویسا ہی حکم ہے، جیسا کہ حضرۃ موسیٰ کو ہوا تھا :

اذہب الی فــــرعون	فرعون کی طرف دعوت حق لیکر جاؤ اس نے
انـــہ طغی -	بڑی ہی سرکشی کی ہے -

حضرت موسی کی دعوۃ بنو اسرائیل کی نجات اور مقابلۂ فرعون کیلیے مخصوص تھی، اسلیے حکم انذار میں فرعون کا خاص طور پر ذکر کیا گیا، لیکن داعی اسلام کی دعوۃ تمام کرۂ ارضی اور نوع انسانی کی نجات اور تمام فراعنۂ و نماردۂ عالم کے مقابلہ کیلیے تھی، اسلیے حکم انذار میں کسی خاص قوم اور شخص کا نام نہیں لیا گیا، بلکہ عام طور پر علی الاطلاق فرمایا : "قم! فانــــذر" اٹھو اور ڈراؤ!

یہ امر کہ نزول " اقراء " محض افتتاح وحی ہے نہ کہ نزول سورۃ، متعدد وجوہ سے بالکل واضح ہے - سب سے پہلے اسپر غور کرو کہ حضرۃ عائشہ کی روایت مندرجۂ بخاری میں ہے کہ حضرۃ جبریل نے اپنے ظہور میں تین بار صرف " اقرأ " کہا، اور آخری بار " مالم یعلم"

[illegible] رح وهاں داعيۀ نبوت كا اضطراب بالاخر ظهور سلسلۀ وحي كيليـ [illegible] هوا ' اسي طرح يهاں بهي عشق ظهوركي بهڑك او [illegible] ملكوتي شورش انبعاث وحي كي بارش كيليے طلب كي [illegible] ور پهر جس طرح وهاں روشنيوں كے اندر سے ندا اٹهي تهي ' اسي [illegible] بهي ناموس اكبر نے ظاهر هوكر سلسلۀ وحي كے اولين مرتبۀ تعليم كو شروع [illegible] - وهاں صرف آواز تهي اور صرف چنگاريوں كي نمود ' كيونكه مرتبۀ موسوي اتنے هي [illegible] تها - پريهاں نداء محض اور نمود نوركي جگه [illegible] اپنے [illegible] مرتبۀ محمدي كا مقام [illegible] كيل :

موسى ز هوش رفت به [illegible]
تو عيـــن ذات مي [illegible] در تبسمي !

علمهٔ شديد القوي ' ذو مرة فاستـــوى ' وهو بالافق الاعلى ' ثم دنى فتدلى ' فكان قاب قوسين او ادنى (٥٣ : ٤)

سو جسطرح وهاں اولين مخاطبۀ وحي يوں هوا تها كه " انا اخترتك فاستمع ما يوحى " ميں نے تجهے دعوة حق اور تبليغ حكم الهي كيليے اختياركرليا هے ' تو ميرے پيغاموں اور حكموں كو سن تا دنيا والوں كو پهنچا سكے - اسي طرح يهاں اولين مخاطبه يوں هوا كه ملاء اعلى كا ناموس اكبر ظاهر هوا اور اس نے كها " اقرأ " پڑهه اور پڑهنا اور بيان كرنا شروع كر ! پهر اسكے بعد مرتبه حكم انذار آيا تو ندا اٹهي : " قـم فانـذر ! " تو چادر اوڑهكر ليٹا هوا هے حالانكه تمام عالم انسانيه تيرے جمال و ديد كيليے بيتاب هے - اٹهه ' كه انتظار كا وقت ختم هوگيا ' اور ڈرا كه ڈرانے كا وقت آگيا ! !

(انبعاث وحي و تنزيل سور)

اس تمهيدي بيان سے تم پر واضح هوگيا هوگا كه جب كبهي انبياء كرام عليهم السلام پر تنزيل وحي كا سلسله شـروع هوتا هے تو ابتدا ميں سلسلۀ وحي كے كهلنے اور مخاطبۀ الهي كے شـروع هونے كي اولين منزل نمودار هوتي هے ' اور يه گويا خود وجود نبوت كي تعليم كا پهلا مرتبه هوتا هے - اسكے بعد جب پردے اٹهه جاتے هيں اور شخص نبوت كا ربط و علاقه عالم وحي سے قائم هوجاتا هے ' تو سلسله آگے بڑهتا هے اور حكم انذار و تعليم قوم و امة پهنچتا هے - اسكے بعد پهر جب تك الله كي حكمة چاهتي هے اس سلسلے كو جاري ركهتي هے -

[illegible] ظاهر ہے کہ ان آیتوں میں بھي صرف حکم انذار و تبلیغ ہے جر [illegible] قیام رابطۂ و علاقۂ مبدء تنزیل کے بعد دوسری منزل تھی - [illegible] تعلیمي حصہ میں سے یہ کوئي چیز نہیں ہے' اور یہ احکام خو[illegible] میں کہ ابھي کام شروع نہیں کیا گیا ہے' کام کرنے والے کو مستعد [illegible] رہا ہے -

چنانچہ قدماء میں سے بھي بعض ارباب نظر نے اس حقیقت کو واضح کیا [illegible] حضرۃ جابر کي روایت اور حضرۃ عائشہ کي روایت [illegible] دیتے ہ[illegible] لکھتے ھیں :

اهذا بقوله اول / سب

وعبر بعضهم عن هذا [illegible] اور بعض نے [illegible] تطبیق دي ہے کہ ما نزل للنبوۃ اقرأ' و اول [illegible] سے پہلي چیز جو نبوۃ کیلیے اتري ما نزل للرسالۃ یا ایها "اقرأ" ہے' اور سب سے پہلي چیز جو رسالۃ المدثر (اتقان : ۶۴) کیلیے نازل ہوئي وہ "یا ایها المدثر" ہے -

اور اس سے بھي زیادہ روشن راے وہ ہے جو بعض محققین و ارباب نظر کي نسبت سے ابو امامہ بن النقاش نے نقل کي ہے' اور مواھب لدنیہ میں قسطلاني نے بھي اس سے استدلال کیا ہے - حیث قال :

کان في نزول "اقرأ" نبوته و في نزول "مدثر" ارساله بالنذارۃ و البشارۃ و هذا قطعا متاخر عن الاول لانه لما کانت سورۃ "اقرا" متضمنۃ لذکر اطوار الادمي من الخلق والتعلیم والافهام ناسب ان تکون اول سورۃ انزلت و هذا هو الترتیب الطبیعي و هو ان یذکر سبحانه ما اسداه الی نبیه من العلم و الفهم و الحکمۃ والنبوۃ ...... ثم یامر بان یقوم فینذر

اقرأ کے نزول میں مقام نبوت کا حصول تھا اور مدثر کے نزول میں رسالۃ کا - یعني ڈرانے اور بشارت دینے کا - اس کے نزول کو اقرأ کے بعد ھي ھونا تھا - کیونکہ سورہ اقرأ میں خلقت انساني کے ان مختلف دوروں کا ذکر کیا گیا ہے جنکا تعلق خلق' تعلیم و رشد' اور ارتقاء فہم و ادراک سے ہے - پس ضرور تھا کہ وھي آیتیں پہلے نازل ھوتیں اور سلسلۂ علم و تعلم کو انکي تنزیل سے شروع کیا جاتا - یہ ایک ترتیب طبیعي سلسلۂ وحي کي ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالی اس علم

" تمام محققین کا اسپر اتفاق ہے کہ یہاں " ثیابک " سے مقصود کپڑا نہیں [illegible] بلکہ قلب ہے"

تک یعني ابتدا کي چار آیتوں تک پڑهایا - اس سے صاف ظاهر [illegible] که یه پوري سورۃ کا نزول نه تها' بلکه صرف ابتدائي ٹکرہ کا [illegible] چاهیے که ابتدا کي ان چار آیتوں کا مطلب کیا هے ؟

اقرأ باسم ربک الذي خلق ' خلق الانسان من عل[illegible] ربک الاکرم الذي علم بالقلم' علم الانسان مالم یعلم -

ان آیتوں میں صرف آنحضرت صلی الله علیه وسلم کو مخاطب ک[illegible] دیا گیا هے' اور الله تعالی کے اُس فضل [illegible]ت و تعلیم [illegible] هے جو ایک ا[illegible]ت کي تعلیم کا کام لے سکتي هے' نیز علم [illegible] هے - پس یه آیتیں اگرچه آگے چلکر ایک سورۃ ک[illegible] قرار پائیں' لیکن معناً محض وحي الهي کا افتتاح تها' اور اسمیں وحي کے پڑهنے' باب علم و تعلم کے کهلنے' اور مستعد کار هو جانے کا حکم دیا گیا تها -

یه پهلي منزل تهي جو آپکو پیش آئي - جب آپ پڑهچکے اور علاقۂ و ربط وحي قائم هوگیا' تو مرتبۂ تبلیغ و رسالت کا ظهور هوا' اور دوسرا حکم آیا که اب کام شروع کردو - یعني " قم فانذر " یه بهي کسي سورۃ کا نازل هونا نهیں تها' بلکه صرف افتتاح وحي کے بعد کام کے شروع کردینے کا حکم - چنانچه اسي روایت حضرۃ جابر بن عبد الله میں جسکے آخري ٹکرے کو امام بخاري نے بهي " کیف کان بدء الوحي " میں لیا هے' یه تصریح موجود هے :

فقلت زملوني زملوني فانزل الله " یا ایها المدثر " الی قوله " فاهجر " -

پس میں نے خدیجه سے کہا : مجهے کپڑے میں لپیٹ دو' مجهے لپیٹ دو - اسپر الله نے نازل کیا " یا ایها المدثر " " فاهجر " تک -

یعني آغاز سورۂ مدثر میں سے صرف اسقدر نازل کیا که :

یا ایها المدثر' قم فانذر' و ربک فکبر' و ثیابک فطهر' والرجز فاهجر !

اے کپڑہ اوڑهکر پڑ جانے والے ! اُٹهه' اور لوگوں کو عذاب الهي سے ڈرا' اپنے پروردگار کي کبریائي کا اعلان کر' اپني رو[illegible] پاک و منزہ کر (۱) اور بد اعمال قوم کي گندگیوں سے الگ هوجا !

---

(۱) هم نے " و ثیابک فطهر " کا ترجمه " اور اپني روح کو پاکي بخش [illegible] اور منزہ رکهه " کیا هے - علامۂ ابن قیم اغاثة اللهفان میں لکهتے هیں :

(۲) دوسري روايات سورة مدثر کے متعلق هيں - بعض متاخرين [illegible] ايک دوسرا مذهب قرار ديا هے - ليکن في الحقيقت ان ميں اور حض[illegible] روايت ميں کوئی اختلاف نهيں - عبد الرحمن بن سلمه نے [illegible] پوچها هے که سب سے پہلے کونسي چيز اتري ؟ انهوں نے جواب ديا [illegible] مدثر' ليکن سائل سن چکا تها که پهلا خطاب "اقرأ" هے' اسليے اس نے پهر پوچها که "اقرأ" يا "مدثر"؟ حضرة جابر نے کها که ميں وهي کهتا هوں جو آنحضرت سے ميں نے سنا - پهر آنحضرت کا ارشاد [illegible] کيا هے که ميں نے حضرة جبريل کو فضا ميں ديکها [illegible] خديجه سے کها که [illegible] - اسپر يه آيت اتري [illegible] المدثر" - يه بهي بالکل صحيح هے' ليکن اسميں صرف ابتدا کا اتنا حصه رهگيا هے که حضرة جبريل کے اولين مشاهده ميں "اقرأ" کا حکم هوا اور اسکے بعد دوسرے مشاهده کے بعد "يا ايها المدثر" اتري - چنانچه اسي روايت ميں انحضرت فرماتے هيں که جب ميں نے اوپر نگاه اوٹهائي تو کيا ديکهتا هوں که "وهي موجود هے" يعني جبريل موجود هيں - وه کا اشاره واضح کرتا هے که يه مشاهده پهلا نهيں هے - اگر پهلا هوتا تو اشاره سے کام نه ليتے -

اصل يه هے که سلسلۂ واقعات کو سامنے رکهنے کے بعد يه دونوں روايتيں جمع هوجاتي هيں - سب سے پہلے جب فرشتۂ الهي کا ظهور هوا تو اس نے کها "اقرأ" اسکے بعد بهي آپنے غار حرا کا اعتکاف برابر جاري رکها - کچهه عرصه کے بعد پهر آپنے ديکها که وهي ملک فضاء ميں موجود هے - يه ديکهکر آپ پر اضطراب طاري هوا اور آپنے کها "دثروني" اسکے بعد "يا ايها المدثر" نازل هوئي -

هم نے جو روايت نقل کي هے وه صحيح مسلم کے باب "بدء الوحي" ميں هے' ليکن اسي روايت کو امام بخاري نے "کيف کان بدء الوحي" ميں حضرة عائشه کي روايت کے بعد درج کيا هے' اور اس تقديم و تاخير اندراج سے واضح کرديا هے که پهلا واقعه اقرأ کا اور دوسرا مدثر کا هے - اسطرح تمام اختلاف دور هوگيا - امام بخاري کي يهي دقت نظر' حسن استنباط' قوة اخذ و استدلال' خوبي ترتيب و تقسيم' اور فضل مخصوص تبويب و تراجم هے جو انکو تمام ائمۂ و مجتهدين فن ميں ممتاز کرتا هے' اور جسقدر کاوش کرتے جائيے' اسکي خوبياں کهلتي اور بڑهتي جاتي هيں -

رهي يه بات که حضرت جابر نے يه کيوں فرمايا که سب سے پہلے مدثر اتري ؟ تو شارحين صحيحين نے اسپر متعدد پهلوؤں سے نظر ڈالي هے اور

عبادۃ - (مواھب - ۱ : ۴۴)   و حکمۃ اور نبوۃ کے مقامات کا ذکر کرتے
جنکے لیے اس نے شخص نبوت کو چن لیا ھے ' اور پھر اسکے بعد [illegible]
اطلاع دے جسکے لیے یہ مراتب اسکو عطا کیے گئے ھیں -

یہ اقوال دیکھکر مجھے نہایت خوشي ھوئي - جن بزرگوں [illegible] ھے '
بعدؑ انکا یہي مقصود تھا کہ افتتاح وحي و تنزیل [illegible] دو
منزلیں پیش آئي ھیں - پہلا مرتبہ یہ ھوتا ھے کہ [illegible]
[illegible] جانب مخاطب کرے اور اس سے [illegible] وحي قائم [illegible]
[illegible] تعبیر کیا - دوسري منزل [illegible] جب رابطہ
قائم ھوگیا تو اب کام [illegible] شروع کردیتے کا [illegible] یہ رسالت ھے -
یعنے احکام الہي کي تبلیغ اور انسان [illegible] حکم خدا کو پہنچانا -

لیکن ابتک اصلي کام شروع نہیں ھوا ھے - اصلي کام کیا ھے ؟ انذار
اور بشارت - یعني اعمال بد کے نتائج سے ڈرانا اور اعمال صالحہ و قبول حق
کے نتائج حسنہ کي خبر دینا - نیز ایک امۃ صالحہ کو تعلیم و تزکیۂ نبوت سے
طیار کردینا اور انکو وحي الہي سے کتاب و حکمت کا بتدریج درس دینا
جب وجود معلم خود تعلیم پا کر مستعد ھوگیا جیسا کہ " علم الانسان مالم یعلم "
کے علیم و حکیم نے اسکو پڑھادیا ' اور پھر جب اسکو حکم بھي ملگیا کہ اب تم
پڑھانے کیلیے طیار ھوگئے ھو' کام شروع کردو' یعني " قم فانذر " تو اس نے
ایک طرف انذار و بشارت کا کام شروع کیا ' اور دوسري طرف امۃ مسلمہ کو
پڑھانا اور تعلیم کتاب و حکمت سے طیار کرنا - سو جب ایسا ھوچکا تو سب سے
پہلا درس ' سب سے پہلا سبق ' سب سے پہلی تعلیم جو دي گئي' وہ سورۂ
" فاتحہ " کا جامع و مانع درس تھا ' اور انھي سات آیتوں کي اولین تعلیم
تھي کہ فاتحۂ اعمال و تعلیمات صرف انھي کیلیے ھے !

یہ وہ حقیقت ظہور و انبعاث وحي ھے جسکے معلوم کرنے کے بعد تمام
روایات جمع ھوجاتي ھیں اور کوئي اختلاف باقي نہیں رھتا :

(۱) امام بخاري کي روایت " کیف کان بدء الوحي ؟ " سب سے
زیادہ مستند و معتبر روایت ھے جو اس بارے میں ھم تک پہنچي ھے اور
تقریباً تمام ائمۂ فن نے اسکو قبول کیا ھے - یہ بالکل صحیح ھے ' لیکن اسمیں
صرف بدء وحي یعنے انفلاق صبح وحي کي خبر دي گئي ھے - یہ مخاطبۃ
وحي کا آغاز ھے ' اور جن جن صحابہ و تابعین سے اولیت اقرأ منقول ھے '
سب نے افتتاح وحي ھي کي بنا پر اقرأ کو اولین چیز قرار دیا ھے -

حافظ سیوطي نے تطبیق کي پانچ صورتیں نقل کی ھیں - حافظ ابن حجر لکھتے ھیں کہ حضرت جابر کا مقصود اولیت سے یہ تھا کہ " اقرأ " کا نزول تو محض وحي کا افتتاح تھا' کسي سبب کي بنا پر نازل نہ [illegible] مدثر کے کہ یہ آنحضرت کے اضطراب کي وجہ سے نازل ھوئي [illegible] سلے کي یہ پہلي چیز ہے - یہ صورت تطبیق ھمارے بیان کیلیے [illegible] تائید ہے کیونکہ ھمارے نزدیک بھي " اقرأ " کا نزول محض افتتاح وحي [illegible] تعلیم معلم ہے - تاھم بہترین جواب وھي ہے جسکو حافظ سیوطي نے بھي [illegible] یعني آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے آغاز وحي کے واقعات [illegible] تے ھوے اُس ٹکڑے کو بیان کیا جو افتتاح وحي کے بعد وحي کا دوسرا نزول ہے - حضرۃ جابر نے خیال کیا کہ اِسي سے سلسلہ وحي شروع ھوا ھوگا - پس یہ انکا اجتہاد ہے نہ کہ جزء روایت - انکي روایت کو حضرۃ عائشہ کي روایت سے موخر رکھکر ھم صحیح ترتیب پیدا کر لیتے ھیں - (اتقان : ۵۴)

(بیان کیا ہے !) بیان کرتے

(۳) اسکے بعد وہ روایتیں سامنے آتي ھیں جن سے معلوم ھوتا ہے کہ بعض اجلۂ تابعین مثلاً حسن اور عکرمہ کا یہ بیان تھا کہ سب سے پہلے " بسم اللہ الرحمن الرحیم " اتري' تو یہ بھي بالکل درست ہے' اور ٹھیک ٹھیک اصل مقصود کي موید - سب سے پہلي سورۃ جو نازل ھوئي اور سب سے پہلي تعلیم جو وحي الٰہي نے انسانوں کو دي' وہ سورۂ فاتحہ ہے' اور " بسم اللہ الرحمن الرحیم " سورۂ فاتحہ ھي کي پہلي آیت ہے - پس جن تابعین کا یہ قول ہے' وہ در اصل یہي کہہ رہے ھیں کہ سب سے پہلے سورۂ فاتحہ اتري کیونکہ اسکي اولین آیۃ بسم اللہ ہے - اِسکو کوئي علحدہ مذھب قرار دینا کسي طرح صحیح نہیں -

(۴) اسکے بعد چوتھا قول ہے اور وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے سورۂ فاتحہ نازل ھوئي اور مندرجۂ بالا تشریح کے بعد اس قول میں اور ابتدا کي تین روایتوں میں کوئي اختلاف باقي نہیں رھتا - بلا شبہ یہ حق ہے' اور انکشاف وحي و حکم انذار و تعلیم کے بعد سب سے پہلي سورۃ جو نازل ھوئي ہے اور جسکے سوا کوئي سورۃ پہلي نہیں ھوسکتي تھي' وہ فاتحۃ الکتاب ھي ہے - یہي مذھب حضرۃ علي علیہ السلام کا بھي تھا -

اس تمام بیان کے بعد تم پر واضح ھوگیا ھوگا کہ آغاز وحي و اول نزول کے متعلق تمام روایتوں میں اور حضرات صحابۂ و تابعین رضوان اللہ علیہم